افسانہ

ریاض عاقب کوہلر

تیر بہدف

اس نے مرے مرے ہاتھوں سے ریسور کریڈل پہ رکھا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

''اتنی جلدی؟ طارق نے سب کچھ بھلا دیا؟ ...... ابھی تو اس کے سہاگ کا جوڑا بھی میلا نہیں ہوا تھا۔ دو سال عرصہ ہی کتنا ہوتا ہے؟ ...... اس نے تو جی جان سے طارق کو چاہا تھا ..... سب گھر والے اس رشتے کے خلاف تھے ۔امی اس کی شادی اپنے بھانجے سے کرنے کی خواہاں تھی تو ابو اپنے بھتیجے کا سوچ بیٹھے تھے۔ مگر اس نے سب کو ٹھکرا کر طارق کو پسند کیا۔ رو دھو کر ماں باپ کو اس رشتے پہ راضی کیا۔ یہی طارق اس وقت کہا کرتا تھا......

''اگر بسمہ سے شادی نہ ہوئی تو جان دے دوں گا۔''

''ہونہہ!'' اس نے تلخی سے سوچا۔'' دو سال کے اندر ساری محبت ہوا ہو گئی۔ بھول گئی اپنی پیاری وشی ۔ جی بھر گیا اس سے اور اب اپنی سیکرٹری سے وعدے وعید ہو رہے ہیں ...... اسی لیے گھر دیر سے آتا ہے ......؟'' یہ تو بھلا ہوا مجد کا، جس نے اسے آگاہ کیا۔ ورنہ شاید وہ اپنے گھر نئی دلہن دیکھ کے ہی اس کا اصلی چہرہ دیکھ پاتی ۔(امجد اس کے شوہر کا دوست تھا...... دورانِ گفتگو وہ اسے کافی سلجھا ہوا اور تمیز دار لگا تھا)

''ہو سکتا ہے اس نے مذاق کیا ہو؟'' امید کی ایک کرن اس کے دل میں چمکی۔

"مگر آج پہلی دفعہ ہی اس سے بات ہوئی ہے......وہ کیسے مذاق کر سکتا ہے؟" دوسری سوچ نے امید افزا خیال کو بھک سے اڑا دیا تھا۔ اپریل کی پہلی تاریخ بھی نہیں تھی کہ اپریل فول کی طرف گمان جاتا۔ یوں بھی طارق اس قسم کے غیر اسلامی رسوم کا سخت مخالف تھا۔ وہ کب اپنے دوست کو ایسا کرنے کی اجازت دے سکتا تھا۔ اس کی منتشر سوچوں نے امجد کے الفاظ دہرائے......

"بھابی!......شاید آپ کو یقین نہ آئے، مگر آپ پیراڈائز ہوٹل میں بارہ بجے آ کر بہ چشم خود اس بات کی تصدیق کر سکتی ہیں۔ دونوں دوپہر کا کھانا وہیں کھاتے ہیں۔ یہ معمول ہے ان کا۔" گھر آ کر لنچ کرنا تو طارق نے پچھلے چھ سات ماہ سے ترک کر رکھا تھا۔ مگر وہ اس بارے کبھی طارق سے استفسار نہیں کر سکی تھی۔

"اور وہ خود تو بتانے سے رہا۔" شاید اسی لیے وہ دفتر سے واپسی پر اس کا کلام دعا سلام تک محدود ہو گیا تھا۔ وہ اکیلے ٹی وی دیکھتی رہتی اور وہ آرام سے بیڈ روم میں کسی رسالے یا کتاب کے مطالعے میں مصروف رہتا۔ رات گئے وہ ٹی وی سے اٹھ کر جاتی تو وہ اسے سویا ہوا ملتا۔

"کتنے دن ہو گئے مجھے آؤٹنگ پہ بھی نہیں لے گیا؟" ایک اور تلخ سوچ اس کے دماغ میں ابھری۔ "میں نے کہا بھی کب ہے؟" ایک کمزور سی سوچ نے پہلے خیال کی تلخی کو کم کرنا چاہا۔ "تو پہلے کب کہتی تھی خود ہی ضد کر کے لے جاتا تھا۔" حقائق امید افزا سوچ کو پنپنے نہیں دے رہے تھے۔

"بھابی پچھلے تین چار ماہ سے یہ کھیل شروع ہے...... میں نے اسے سمجھانے کی بڑی کوشش کی ہے، لیکن اس کے کان پر جوں ہی نہ رینگی ...... پہلے تو میرا خیال تھا شاید وقتی فلرٹ ہو گا مگر جب وہ سنجیدگی سے شادی کے منصوبے بنانے لگے تو میں نے آپ کو آگاہ کرنا مناسب سمجھا کہ کہیں پانی سر سے نہ گزر جائے......؟"

"کیا اس کی سیکرٹری کو معلوم نہیں کہ وہ شادی شدہ ہے؟"

اس کے استفسار پہ امجد نے کہا۔ "بھابی وہ تو کہتی ہے ایک مرد چار شادیاں کر سکتا ہے۔ طارق تو فقط دوسری شادی کر رہا ہے۔ بھابی اگر کچھ کر سکتی ہیں تو کر لیں؟"

"میں کیا کر سکتی ہوں؟" اس نے خود کلامی کی۔ "اگر امی ابو کو بتاتی ہوں تو وہ خود میرے لتّے لینا شروع کر دیں گے کہ، اسی لیے منع کیا تھا خاندان سے باہر شادی نہ کرو......ہم کیا کر سکتے ہیں؟ خود بھگتو......اب طارق کسی

اور کا ہو جائے گا...... یہ گھر فریحہ بی بی میرے ساتھ بانٹ لے گی...... اگر میں نے کچھ کہا تو طارق نے یہی کہنا ہے، اگر فریحہ کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہو تو بہ خوشی اپنے گھر جا کر رہ سکتی ہو۔"

وہ انھی سوچوں میں گم تھی کہ اچانک کوئی گھر میں داخل ہوا۔

"آئے ہائے بیٹا خیر تو ہے؟" اس کی سماعتوں میں مریم بوا کی آواز گونجی۔ "کیوں اس طرح پریشان بیٹھی ہو۔" مریم بوا اسے اس کی جان جاتی تھی کہ باتیں کر کر کے کان کھا جاتی ہے۔ آج مریم بوا کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں میں نمی اتر آئی اور وہ سسکیاں بھرنے لگی۔

"ہائے اللہ جی! خیر۔" مریم بوا نے صوفے پر بیٹھ کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ "کیا بات ہے بیٹی...... نصیب دشمناں کوئی حادثہ تو نہیں ہو گیا؟" وہ مریم بوا کی بات کا جواب دینے کی بجائے ہچکیاں لے کے روتی رہی۔

مریم بوا بھی خوب عورت تھی۔ پورے محلے کی بوا۔ صبح برقع اوڑھے گھر سے نکلتی اور جس گھر جی چاہتا گھس جاتی اور پورے محلے کے حال احوال بانٹ کر ہی وہاں سے اٹھتی...... اتنا باتونی ہونے کے باوجود عموماً عورتیں اسے پسند کرتیں کہ نہایت مخلص عورت تھی۔ بسمہ کو بھی اس کی باتوں سے چڑ تھی کہ یہ کیا تین تین چار چار گھنٹے مسلسل گراموفون کی طرح بجتے جانا اس کے ساتھ مخاطب کو بھی مجبور کرنا کہ اور نہیں تو ہوں ہاں کر کے شریک گفتگو رہے۔ اکثر تو ٹی وی کے کئی اچھے پروگرام بوا مریم کی باتوں کے نظر ہو جاتے تھے۔ مگر آج تو اس کا دل خود کوئی غم گسار مانگ رہا تھا اور اس کام میں بوا مریم سے بہتر کوئی نہیں تھا۔

بوا مریم اس کے سر پہ ہاتھ پھیر کر اسے تسلیاں دیتی رہی۔ غم بانٹنے کی چیز نہیں مگر جب کوئی دوسرا غم پہ تسلی کے چند الفاظ کہہ دے۔ اپنائیت کا اظہار کر دے تو غم میں وہ شدت نہیں رہتی جو غم کو اپنے اندر پالنے کی صورت میں جھیلنی پڑتی ہے۔ "بیٹی!...... بتاؤ کیا بات؟" اس کی ہچکیاں تھمیں تو وہ مہربان لہجے میں مستفسر ہوئی۔

"بوا طارق دوسری شادی کرنے جا رہا ہے۔" اس کی آنکھوں میں پھر نمی اتر آئی۔

"کیا؟" بوا حیرانی سے چیخیں۔ "پر تم دونوں کی تو محبت کی شادی تھی؟"

"کون سی محبت بوا، وہ وقتی جوش تھا۔ ہر خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر مرد اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ پر

شادی ہو جانے پر ساری محبت ہوا ہو جاتی ہے۔"

"تمھیں کس نے بتایا......؟ کیا طارق نے خود بتایا ہے؟"

"اس کے دوست امجد نے بتایا ہے۔"

"کب؟"

"آپ کی آمد سے تھوڑی دیر پہلے امجد بھائی کا فون آیا تھا...... کہہ رہا تھا کافی دنوں سے یہ چکر چل رہا ہے۔"

"اسے پہلے یہ اطلاع دینی چاہیے تھی؟" مریم بوا کے لہجے میں غصہ در آیا۔

"بوا اس کا کہنا ہے کہ پہلے اس نے خود طارق کو سمجھانے کی کوشش کی تا کہ ہمارے درمیان تلخی پیدا نہ ہو اور مسئلہ بھی حل ہو جائے، مگر جب طارق نہ مانا اور شادی کے منصوبے ترتیب پانے لگے تو اس نے مجھے اطلاع دینا مناسب سمجھا۔ یوں بھی اگر وہ مجھے نہ بتاتا تب بھی طارق کا رویہ ہی مجھے بتانے کے لیے کافی تھا۔"

"بیٹی!...... سوچو کوئی ایسی بات ضرور ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسری شادی کر رہا ہے؟ ورنہ خواہ مخواہ کوئی مرد دوسری شادی کر کے اپنی گھریلو زندگی میں زہر نہیں گھول سکتا؟"

"میرے جانب سے تو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی بوا، بلکہ میں تو اسے فضول تنگ بھی نہیں کرتی؟ کبھی شاپنگ کی بے جا ضد نہیں کی؟ فضول خرچی نہیں کرتی اور تو اور وہ دفتر سے واپس آتا ہے تب بھی میں ٹی وی دیکھنے میں مشغول رہتی ہوں کہ اس سے گپ شپ کر کے کیا تنگ کرنا؟ وہ تھوڑا آرام کر لے۔ اس کی مرضی ہوتی ہے تو کبھی کبھی آ کر میرے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ جاتا ہے ورنہ بیڈ روم ہی میں آرام کرتا رہتا ہے۔ میری تو آج تک اس سے تلخ کلامی بھی نہیں ہوئی؟ البتہ شادی سے پہلے ہمارے درمیان ایک دو جھڑپیں ہوئی تھیں، مگر وہ بھی بس واجبی سی؟"

"اچھا یہ بتاؤ ؟ کیا شادی سے پہلے طارق تمھیں بہت چاہتا تھا؟ میرے کہنے کا مطلب کہ تم دونوں نے خوب ایک دوسرے کو پرکھ کر شادی کی تھی یا جھٹ منگنی اور پٹ بیاہ والا چکر چل گیا تھا؟"

"ایسی ویسی چاہت بوا......؟ وہ تو میرے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ہم گھنٹوں فون پر مصروف گفتگو رہتے اور شادی کے بعد بھی اس کی یہ حالت نہ بدلی روزانہ دفتر کے اوقات میں گھر کے دو تین چکر

لگاتا تو اس کا معمول تھا۔ فون پر بھی بات جاری ہی رہتی۔ ابھی چند ماہ ہوئے کہ اس کے معمول میں فرق آیا میں نے اسے محبت میں ٹھہراؤ سمجھا کہ شاید اب اس کی بن چکی ہوں اس لیے اس کی دیوانگی کو قرار مل گیا ہے۔ اور پہلے والی گرم جوشی مفقود ہوگئی ہے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ یہ چکر چل رہا ہے۔ یہاں تو معاملہ ہی الٹا نکلا؟'' اس کی آواز بھرانے لگی۔

''اچھا یہ بتاؤ! کیا شادی کے بعد وہ تم سے کوئی فرمائش وغیرہ کرتا رہتا ہے؟ اور اگر کرتا ہے؟...... تو کیا تم اس خواہش کو پورا کرتی ہو یا نظر انداز کردیتی ہو؟'' بوا کا انداز تفتیش کا رنگ لیے ہوئے تھا۔

''شروع کے دنوں میں تو اس کی فرمائشیں ختم ہونے میں نہ آتیں یہ سوٹ پہنو، فلاں جیولری پہن کر دکھاؤ، یہ جوتے پہنو، دوپٹا ایسے اوڑھو۔ یہاں تک کہ گانا سنانے کی بھی فرمائش کردیتا۔ میں بھی ابتدا میں جوش وخروش سے اس کی فرمائشوں کو پورا کرتی رہی، مگر آہستہ آہستہ یہ سلسلہ ترک ہوگیا۔ اب تو کافی دن بلکہ ماہ گزر گئے ہیں کہ اس نے کوئی فرمائش کرکے نہیں دی۔''

''یہ سلسلہ کس کی جانب سے ترک ہوا؟ تمھاری یا اس کی جانب سے؟''

''تقریباً دونوں جانب سے۔''

''ضرور تم نے اس کی کچھ فرمائشیں پوری نہیں کی ہوں گی تبھی اس نے بھی انا کا مسئلہ بنالیا ہوگا؟''

مریم بوا کی بات پر وہ سر ہلاتے ہوئے بولی۔ ''شاید ایسا ہی ہے؟ آخر انسان کا موڈ ہر وقت ایک سا تو نہیں ہوتا نا؟''

''اچھا کبھی تم نے اس سے کوئی فرمائش کی؟ کوئی لاڈ، ضد وغیرہ کہ جلدی گھر آیا کرو؟ یا اسی قسم کی کوئی اور فرمائش جو بہ ظاہر نظر تو بے جا ضد لگتی ہے مگر حقیقت میں اپنے پیار کا اظہار ہوتا ہے؟''

''بوا شروع میں تو بہت زیادہ کرتی تھی رفتہ رفتہ............''

''بس ٹھیک ہے میں سمجھ گئی۔'' مریم بوا نے خفگی بھرے لہجے میں قطع کلامی کی۔ ''اور اگر برا نہ مانو تو میں کہنا چاہوں گی کہ طارق کو تم نے خود یہ موقع فراہم کیا، بلکہ مجبور کیا کہ وہ کسی دوسری خاتون میں دلچسپی لے۔''

''مم...... میں نے کیسے بوا؟'' وہ چیخ ہی تو پڑی۔ ''میں نے کیسے مجبور کیا ہے؟ کیا اس کی طرح کسی غیر سے

محبت کی پینگیں بڑھائیں ہیں؟ اس نے کسی تقاضے کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوں؟ اسے بے جا تنگ کیا ہے؟ آخر کیا کیا ہے میں نے؟''

مریم بوا اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے شفقت بھرے لہجے میں بولی۔

''بیٹی!...... غور سے سنو، مرد اور عورت ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں۔ عورت کی تخلیق ہی سے مرد کی تکمیل ہوئی۔ بابا آدمؑ اور اماں حواؑ نے جنت سے نکالے جانے کو اتنی بڑی سزا نہیں سمجھا جتنا آپس کی جدائی کو سزا سمجھا۔ رو رو کر ربّ کو منایا۔ تو ربّ نے بھی ان کی توبہ قبول کرنے کے بعد سب سے پہلے اپنی رضا کا پروانہ اس صورت میں عطا فرمایا کہ انہیں پھر سے ملا دیا۔ اس لیے بیٹی یاد رکھنا شادی محبت کی تکمیل کا نام نہیں ہے بلکہ شادی تو بہ ذات خود محبت کی ابتدا ہے۔ یہ مرد و عورت کے درمیان ایک ایسا بندھن ہے جو ان کی سوچوں، خیالات اور کوششوں کو ایک رخ مہیا کرتا ہے۔ اس میں عورت کا کام مرد سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اسے صرف مرد کے جسمانی تقاضے پورے کرنے نہیں ہوتے؟ یہ کام تو دنیا کی کوئی بھی غیر عورت کر سکتی ہے بلکہ کرتی ہیں۔ اس کا کام تو مرد کو بچے کی طرح سنبھالنا ہوتا ہے۔ اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنا، اس کی پسند و ناپسند کو سمجھنا اور اس کے مطابق خود کو ڈھالنا ہوتا ہے۔ ایک تھکا مارا مرد جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کا جی چاہتا ہے کوئی تر و تازہ چہرہ دیکھے؟ کوئی محبت سے لبریز آواز سنے جس سے اس کی تھکن دور ہو؟ بیزاری ختم ہو۔ لیکن گھر آنے پر اگر یہ صورت حال ہو؟'' مریم بوا نے اس کے میلے کچیلے لباس اور الجھے بالوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''تو مرد غریب کیا کرے گا؟ اس نے تو یہی سوچنا ہے گھر نہ سہی باہر سہی۔ پگلی بیٹی نبی پاک ﷺ کے مبارک ارشاد کا مفہوم ہے کہ اچھی عورت وہ ہے جس کو دیکھ کے اس کا خاوند خوش ہو جائے'' ایک اور جگہ پہ ارشاد ہوا [عورت کو لازم ہے کہ اپنے خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کر'' مگر آج کی عورت کسی تقریب میں جانے کے لیے حتیٰ کہ بازار شاپنگ جانے کے لیے بھی کئی کئی گھنٹے آئینے کے سامنے سجنے سنورنے میں گزار دے گی؟ کس کے لیے؟ غیروں کو دکھانے کے لیے، مگر یہی سب کچھ اس کے لیے نہیں کرے گی؟ جس کے لیے اسے ایسا کرنے کا حکم ہے۔ ٹی وی دیکھنے کی تو فرصت ہے۔ خاوند کے لیے وقت نہیں؟ اور بیٹی میں یہ نہیں کہتی کہ سارے مرد مظلوم ہیں اور کوئی بھی مرد بیوی سے بے وفائی کا مرتکب نہیں ہوتا؟ لیکن اکثریت ان مردوں کی ہے جنھیں عورتیں اپنی فطری کاہلی اور ناعاقبت اندیشی سے بے

وفائی کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ بیٹی!...... یاد رکھنا انسان فطرتاً حسن پرست واقع ہوا ہے۔ خاص کر مرد ذات۔ اسی طرح حسن بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک صورت اور دوسرا سیرت کا؟ سیرت سے میری مراد صرف عفت و پاک دامنی کی حفاظت ہی نہیں بلکہ اپنے شوہر کی خدمت اور اسے ذہنی سکون و آرام پہنچانے کا نام بھی سیرت ہے۔ باقی شکل و صورت کے لحاظ سے تم یوں بھی لاکھوں میں ایک ہو؟ تم اگر اپنے خاوند کو سنبھال کر نہیں رکھو گی؟ اپنا بنا کر نہیں رکھو گی؟ تو لاوارث چیز کے تو ہزاروں وارث پیدا ہو جاتے ہیں؟ اب بھی وقت ہے بیٹی!...... سمجھ جاؤ پانی سر سے نہیں گزرا۔ تمھاری باتوں سے جو اندازہ میں نے لگایا ہے اس کے مطابق تم سراسر غلطی پر ہو؟ شادی سے پہلے اگر تم پہروں محبت بھری نوک جھوک میں گزار دیتے تھے؟ تو اب اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ تم نے اپنے خاوند کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اس سے دور رہ کر تم اسے سکون نہیں پہنچاتی یہ احساس دلاتی ہو کہ تمھیں اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیا کھانا اس کے ساتھ ہی کھاتی ہو؟'' اپنی بات ختم کرتے ہوئے مریم بوا مستفسر ہوئی۔

بسمہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔'' پہلے ہم اکٹھے کھاتے تھے۔ دن کا بھی اور رات کا بھی۔ پھر وہ دن کو آفس میں ہی کھانے لگا البتہ رات کو ہم اکٹھے ہی کھاتے۔ لیکن تین چار مہینوں سے وہ بھی چھوٹ گیا ہے۔''

'' اچھا اب اپنی حماقتیں بیان کرنا چھوڑ دو۔'' بوا نے اسے پیار سے ڈانٹا۔'' اور آج طارق کو بالکل شک نہیں ہونے دینا کہ امجد نے اس کے متعلق تمھیں سب کچھ بتلا دیا ہے۔ بس آج سے اپنا معمول بدل لو۔ نہا دھو لو اور کیا بتاؤں عورتوں کو خوب معلوم ہے کہ مرد کی توجہ کیسے حاصل کی جاتی ہے۔''

بسمہ بے ساختہ اس سے لپٹ گئی۔'' تھینک یو بوا!...... آپ نے تو میری آنکھیں کھول دی ہیں۔''

بوا کے جاتے ہی اس نے ماسی نذیراں کو آواز دی۔'' ماسی ذرا مارکیٹ سے کریلے اور چھوٹا گوشت تو لے آؤ۔ اور آج ہنڈیا میں خود بناؤں گی۔''

تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود وہ بہت اچھا کھانا پکاتی تھی۔ طارق تو کھانا سونگھ کر بتا دیتا تھا کہ بشی نے بنایا ہے۔ مگر ہائے بدبختی اس نے اس پر توجہ دینا ہی چھوڑ دیا تھا۔ الماری سے طارق کا پسندیدہ لباس نکال کر وہ پریس کرنے لگی۔ کالا شلوار سوٹ اور اس پر سفید کڑھائی۔ وہ تو چاہتا تھا رخصتی بھی اسی لباس میں ہو۔ بڑی مشکل سے بسمہ کے سمجھانے پہ خاموش ہوا تھا۔ کپڑے پریس کر کے اس نے باورچی خانے میں جا کر سالن تیار کیا۔ طارق

کی پسند کی ایک دو اور ڈشیں تیار کیں۔گھڑی پہ نظر ڈالی تو طارق کی آمد میں ڈیڑھ گھنٹے کا وقت رہ گیا تھا۔وہ باتھ روم میں گھس گئی۔باقی کا وقت اس نے سجنے سنورنے میں گزارا۔اور تیار ہو کے بیٹھ گئی۔جیسے ہی گاڑی کا ہارن بجا وہ بھاگ کر باہر نکلی۔طارق گاڑی پارک کر بہ مشکل اترا ہی تھا کہ وہ اس کے نزدیک پہنچ گئی اور جاتے ہی اس کے ہاتھ سے بریف کیس لے لیا۔

"اللہ خیر"اس پر نظر پڑتے ہی طارق نے نعرہ بلند کیا۔"آج پھر کوئی تقریب ہے غالباً؟اللہ کرے ایسی تقاریب روزانہ ہوں؟کم از کم ہم بھی بیگم کو اس حالت میں دیکھ لیں۔"

وہ جیسے کٹ سی گئی تھی۔"کوئی تقریب نہیں اور چلو اندر۔"اس نے سحر زدہ طارق کا بازو پکڑ کے کھینچا۔بیڈ روم جا کے اس نے اسے بیڈ پر بٹھایا اور خود نیچے بیٹھ کر اس کے جوتے کھولنے لگی۔

"ارے یہ کیا؟میں خود کھول لوں گا۔"طارق نے اس کے ہاتھوں کو بوٹوں سے ہٹانے کی کوشش کی۔

"آپ آرام سے نہیں بیٹھ سکتے ؟"بسمہ نے مصنوعی غصے سے اسے گھورا۔وہ جلدی سے پیچھے ہو کر بیٹھ گیا

"بیگم صاحبہ! بہ خدا ہمیں بغیر خدمت لیے تمہاری ساری شرطیں منظور ہیں جہاں کہو گی لے چلوں گا؟"

"کہیں نہیں جانا مجھے۔"وہ لگاوٹ سے بولی۔

"پھر یہ سب کیا ہے؟"وہ الجھ سا گیا۔

"کیا برا لگ رہا ہے؟"اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس نے اپنا سر اس کے شانے سے ٹکا دیا۔

"یقین نہیں آرہا؟"

"کیوں؟میری محبت پہ یقین اٹھ گیا ہے؟میں وہی تو ہوں۔آپ کی وشی جس نے آپ محبت میں سب کو ٹھکرا دیا تھا؟"

"اور شادی کے بعد ساری چاہتیں بھلا دیں۔"وہ بے ساختہ بولا۔

"کس نے؟"وہ انگلی سے اپنے جانب اشارہ کرتی ہوئی بولی۔"میں نے؟کبھی نہیں، چاہتیں کبھی بھلائی نہیں جاسکتیں۔ہاں وقتی طور پر مدہم پڑ سکتی ہیں اور اس کے بعد پہلے بھی زیادہ ابھر کر سامنے آتی ہیں۔"

طارق نے بحث جاری رکھنے کی بجائے اسے محبت سے گھورنا شروع کر دیا۔اس کے یوں دیکھنے پہ وہ

شرماتے ہوئے بولی۔ "آپ اٹھیں نا؟ فریش ہوجائیں میں کھانا لگاتی ہوں۔"

طارق سرہلاتا ہوا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ "ارے واہ۔" کھانا سامنے آتے ہی اس نے نعرہ لگایا۔ "بھئی بیگم اتنے سرپرائز تو نہ دو کہیں خوشی سے بے ہوش ہی نہ ہوجاؤں؟"

"بس بس شوخیاں چھوڑو اور کھانا کھاؤ۔" بسمہ نے نوالہ توڑ کے اس کے منہ کی جانب بڑھایا۔ وہ اس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کے جذباتی انداز میں بولا۔ "ڈیئر اتنے ناز نہ اٹھاؤ کہیں بگڑ ہی نہ جاؤں۔"

"آپ ناز اٹھانے کے لیے ہی تو اس گھر میں آئی ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ اسی نوک جھوک میں انہوں نے کھانا کھایا اور پھر چائے پی کے بیڈروم میں آ گئے۔

"لیٹو مت۔" اسے بستر پر لیٹتے دیکھ کے بسمہ نے کہا اور کیرم بورڈ بستر پر رکھ دیا۔ "کیرم کھیلیں گے کافی دنوں سے آپ کو نہیں ہرایا۔"

"اتنا آسان بھی نہیں ہے۔" وہ بھی کمر کس کے میدان میں اتر آیا۔ کھیل درمیان میں ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور بجتی ہی چلی گئی۔

"ماسی شاید کچن میں ہے؟" بسمہ نے کہا۔

"ٹھہرو میں خود دیکھتا ہوں؟" وہ بادل نخواستہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ "لیکن بے ایمانی نہیں کرنی ...... تمھاری تین گوٹ باقی ہیں۔"

"میں تمھاری طرح نہیں ہوں؟" وہ ترکی بہ ترکی بولی۔ خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

"ہیلو؟" طارق نے رسیور اٹھایا۔

"سو گئے تھے؟" دوسری جانب امجد تھا۔

"نہیں یار! ...... تمھاری بھابی کے ساتھ میچ ہو رہا تھا کیرم کا۔"

"تو پھر کچھ فرق پڑا؟" وہ مستفسر ہوا۔

"ایسا ویسا؟" اس کا لہجہ دھیما ہوگیا۔ "یار! بہت بہت شکریہ ...... اور آنٹی کو میرا سلام کہنا اور انھیں بتانا کہ ان کا تجویز کردہ نسخہ تیر بہدف ثابت ہوا ہے۔"

”او کے بھائی!......انجوائے کرو۔وش یو گڈ لک۔“ کہہ کر امجد نے رابطہ منقطع کر دیا۔

اور وہ مسکراتا ہوا بیڈروم کی طرف بڑھ گیا۔ مریم بوا امجد کی ماں تھی۔ امجد اس کا ماتحت تھا لیکن اس سے زیادہ ان میں دوستی کا رشتہ تھا۔ اس نے جب امجد کے سامنے اپنی بیوی کے رویے کے متعلق گفتگو کی تو اس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ۔ ”فکر نہ کرو اگر اس کے دل میں تمھاری ذرا سی بھی چاہت ہوئی تو وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ یہ سارا ڈراما امجد نے ترتیب دیا تھا جس میں اس کی امی کا کردار سب سے اہم رہا تھا۔

”یہ کیا؟“ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ چیخ پڑا۔ ”میری صرف دو گوٹیاں رہتی تھیں پانچ کیسے ہو گئیں؟۔“

”ہونہہ دو گوٹیاں؟ میری گوٹیں آپ خود گن کر گئے تھے۔ اپنی نہ گنیں تاکہ مجھ پہ الزام لگا سکیں۔“

”اچھا...... یہ بات ہے۔ دیکھتا ہوں تم کیسے جیتتی ہو؟“ وہ بازو چڑھاتے ہوئے بولا۔

مگر بسمہ نے پہلے سے اپنی گوٹیاں صحیح جگہوں پہ فٹ کر کے رکھ دی تھیں دوسرے ہاتھ میں ہی وہ جیت گئی۔

”بڑے آئے کھلاڑی؟“ اس نے زبان نکال کر اسے چڑایا۔

”اچھا دوسری بازی کھیلتے ہیں۔ اب جیت کر دکھانا؟“ طارق نے بدلہ لینے کے لیے اسے اکسایا۔

”پہلے اس بازی کی شرط تو پوری کرو؟“

”اچھا مانگو......کیا مانگتی ہو؟“ اس کا لہجہ شاہانہ ہو گیا۔

”دوپہر کا کھانا؟“

”دوپہر کا کھانا؟ کیا مطلب؟“ اس کے لہجے میں حیرانی تھی۔

”دوپہر کا کھانا روزانہ گھر آ کے کھاؤ گے؟“

”لیکن اس کے لیے میری بھی ایک شرط ہے؟“

”گو آپ شرط پیش کرنے کے حقدار نہیں ہیں پھر بھی کیا یاد رکھیں گے بتائیں؟“

”وہ میں لائیٹ آف کر کے بتاؤں گا؟“ وہ اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔ اور بسمہ کے چہرے پہ شرم کی لالی قوسِ قزح کے رنگوں کی طرح جھلملانے لگی۔